Pakistan Journal of Library & Information Science, 12 (2011)

Available at http://pu.edu.pk/home/journal/8

Pakistan Journal of Library & Information Science

ISSN 1680-4465

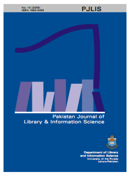

عبدالرحیم (اے۔رحیم) مرحوم

سید جمیل احمد رضوی

پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور، پاکستان

آپ ۳۱مارچ ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ (آپ کے والد ماجد کا نام عبدالعزیز تھا جو جھنگ مگھیانہ میں واقع اسلامیہ ہائی سکول میں ہیڈ ماسٹر رہے تھے)۔ رحیم صاحب نے ۱۹۴۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے (انگریزی) پاس کیا۔ بعد میں پنجاب یونیورسٹی کی سروس اختیار کرلی۔ قیام پاکستان سے لے کر ۱۹۵۴ء تک ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم (سابق پرنسپل یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور) آنریری لائبریرین کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ یونیورسٹی انتظامیہ نے رحیم صاحب کو لائبریری سائنس کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ٹورنٹو (کینیڈا) میں بھیجا جہاں سے آپ نے ۱۹۵۴ء میں بی۔ایل۔ایس (بیچولران لائبریری سائنس) کا امتحان پاس کیا۔ واپسی پر ان کو (آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی) لائبریری بنا دیا گیا بعد میں ۵ فروری ۱۹۵۵ء کو لائبریرین (موجودہ چیف لائبریرین) بنا دیا گیا۔ ۳۰مارچ ۱۹۷۹ء کو رحیم صاحب اپنے عہدے سے ریٹائر ہو گئے۔ انہوں نے پچیس سال تک پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں قابل ستائش خدمات سرانجام دیں۔ اس کے ساتھ وہ شعبہ لائبریری سائنس کے صدر بھی رہے۔

میں نے ستمبر ۱۹۶۲ء میں جامعہ پنجاب کے شعبہ لائبریری سائنس میں ڈپلوما کلاس میں داخلہ لیا تھا۔ اس وقت رحیم صاحب کینیڈا گئے ہوئے تھے۔ اس وقت امریکی فل برائٹ پروفیسر مس شمٹ ہمیں تین کورس پڑھاتی تھیں۔ دو پیپرز مقامی اساتذہ پڑھاتے تھے۔ سیشن شروع ہونے کے قریباً دو ڈھائی ماہ بعد رحیم صاحب واپس آگئے اور ہمیں انتظامیات کا پیپر پڑھانے لگے۔ ۱۹۷۴ء میں جب یونیورسٹی میں ایم۔اے (لائبریری سائنس) کی کلاس کا اجراء ہوا، تو پہلی کلاس کے طلبہ میں راقم السطور بھی شامل تھا۔ رحیم صاحب نے اس کلاس کو "جامعاتی کتب خانے کا نظم و نسق" کا کورس پڑھایا تھا۔ یوں مجھے دو کلاسوں میں ان سے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کو انگریزی زبان پر بہت عبور حاصل تھا۔ ہم کلاس میں ان کے لیکچر سے بہت لطف اندوز ہوتے تھے۔ ان کا اندازِ تدریس بہت دلکش ہوتا تھا۔ لیکچر کے دوران لطائف و ظرائف بھی سنایا کرتے تھے۔ کلاس کے طلبہ و طالبات بہت توجہ سے ان کا لیکچر سنا کرتے تھے۔ اس طرح اکتاہٹ کا احساس تک نہ ہوتا تھا۔

رحیم صاحب کی انگریزی زبان کی مہارت کا ذکر میں نے کیا ہے۔ یونیورسٹی میں ان کی انگریزی میں ڈرافٹنگ کا چرچا تھا۔ یہاں پر میں ذاتی حوالے سے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ میرے بڑے بھائی واپڈا میں ملازم تھے۔ لاہور کے ایک علاقے میں ان کی ڈیوٹی تھی۔ جون ۱۹۷۷ء میں فرائض کی انجام دہی کے دوران ایک حادثے میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ہم ان کے جسد خاکی کو اپنے گاؤں (واقع ضلع فیصل آباد) میں لے گئے اور ان کو نماز جنازہ کے بعد وہاں مقامی قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ میں قریباً ایک ہفتے عشرے کی رخصت پر رہا۔ رحیم صاحب نے مجھے انگریزی میں تعزیت نامہ ارسال کیا۔ اس کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے کس بلیغ انداز سے تعزیت کی ہے۔ الفاظ کا انتخاب اور فقروں کی بندش ظاہر کرتی ہے کہ ان کو انگریزی زبان پر کتنی مہارت حاصل تھی۔

Lahore
22 June 1977

My dear Shah Sahib,

I was grievously shocked to learn of the sad, sudden and untimely death of your brother. I really do not know what to say and how. I can imagine to myself the depth and intensity of your feelings. In moments of intense grief such as this one can only turn one's thoughts to Allah and seek solace and comfort from Him. We are from Him, and to Him, we must all return, sooner or later, when our turn comes. But human as we are, we cannot help feeling the loss of those who are dear to us.

I sincerely pray that the departed soul may rest in eternal peace and may Allah give you and other members of the bereaved family strength to sustain the irreparable loss. Amin.

With prayers,

Yours very sincerely,

A. Rahim

وہ ۱۹۷۹ء میں چیف لائبریرین کے منصب سے ریٹائر ہوئے۔ مجھے ۱۹۶۳ء سے لے کر مرحوم کی ریٹائرمنٹ تک لائبریری میں ان کی سربراہی میں کام کرنے کا اتفاق ہوا۔ وہ نہایت اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ان کے ذاتی اوصاف میں دیانت داری اور کام کے ساتھ لگن بہت نمایاں تھے۔ اپنے رفقائے کار سے بھی ان ہی صفات کی توقع رکھتے تھے۔ اپنے ساتھ کام کرنے والوں کو بہت محنت اور باریک بینی سے کام سکھاتے تھے۔ اپنی اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کی وجہ سے کئی بار یونیورسٹی کے رجسٹرار کا اضافی چارج بھی ان کے پاس رہا۔ انہوں نے اس منصب کے فرائض کو بھی بہت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔

رحیم صاحب نے انگریزی زبان و ادب تو ایم۔اے تک پڑھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ان کو اردو ادب، فارسی ادب اور پنجابی زبان کے ساتھ بھی لگاؤ تھا۔ ایک بار انہوں نے مجھے اپنے آفس میں بلایا اور کہنے لگے کہ ابن انشاء کی اس مشہور غزل کا مکمل متن مجھے چاہیے۔

کل چودھویں کی رات تھی، شب بھر رہا چرچا ترا

کچھ نے کہا یہ چاند ہے کچھ نے کہا چہرا ترا

میں نے اس کا مکمل متن تلاش کیا اور رحیم صاحب کو دے دیا۔ چند روز پہلے میں نے اس غزل کو دوبارہ پڑھا، تو مجھے یہ دو اشعار مجاز سے حقیقت پر دلالت کرتے ہوئے معلوم ہوئے۔

کوچے کو تیرے چھوڑ کر، جوگی ہی بن جائیں مگر

جنگل ترے، پربت ترے، بستی تری، صحرا ترا

ہم اور رسم بندگی؟ آشفتگی؟ افتادگی؟

احسان ہے کیا کیا تیرا، اے حسن بے پرواترا

ایک بار مجھے کہنے لگے کہ قرآن مجید کا پنجابی زبان میں اچھا ترجمہ مجھے دکھائیں۔ جب میں نے پنجابی تراجم کو دیکھا، تو مجھے مولوی ہدایت اللہ کی زبان اچھی معلوم ہوئی۔ میں نے یہ ترجمہ ان کو دکھایا۔ انہوں نے سورہ فاتحہ کا ترجمہ غور سے پڑھا اور کہنے لگے کہ واقعتاً یہ ترجمہ بہت اچھا ہے۔ ایک بار سعودی عرب سے واپسی پر لائبریری میں تشریف لائے۔ کیٹلاگنگ سیکشن میں مس محمودہ، ڈپٹی چیف لائبریرین کے کمرے میں تشریف رکھتے تھے۔ مجھے اطلاع ہوئی تو میں سلام کرنے کے لیے نیچے گیا۔ علیک سلیک کے بعد مختلف باتیں ہوتی رہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کے مولوی ہدایت اللہ کے ترجمے کا ذکر کیا۔ میں نے کہا کہ میں نے بھی اس ترجمہ کو کئی مقامات سے دیکھا ہے۔ اس آیت کا ترجمہ (کلیم اللہ موسیٰ تکلیما) انہوں نے یوں کیا ہے۔

"اللہ نے موسیٰ نال گلاں کیتیاں بول کے" (بقدر حافظہ)

مرحوم نے قریباً ۹۱ سال کی طویل عمر پائی۔ عمر کے آخری حصے میں بڑھاپے کے عوارض میں مبتلا رہے۔ آخر ۸ فروری ۲۰۱۱ء کو بوقت صبح خالق حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ واناالیہ راجعون۔ ان کی وفات کی اطلاع فون پر اسی روز ڈاکٹر ممتاز انور صاحب اور پھر مشتاق احمد صاحب کی جانب سے ملی۔ اس طرح مجھے ان کی نماز جنازہ میں شریک ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان کی نماز جنازہ پنجاب یونیورسٹی سٹاف کالونی ای بلاک نیو کیمپس کی مسجد کے باہر اسی دن عصر کی نماز کے بعد ادا کی گئی اور ان کو یونیورسٹی کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

آخر میں یہ کہوں گا کہ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے (کل نفسٍ ذائقۃ الموت)۔ انسانوں کا قافلہ چلا جا رہا ہے۔ ایک مقام پر ٹھہرتا ہے۔ کوچ کی گھنٹی بجتی ہے۔ کچھ آگے چلے جاتے ہیں اور کچھ پیچھے رہ جاتے ہیں۔ جو پیچھے رہ جاتے ہیں، ان کی آنکھیں جانے والوں کی یاد میں نم ہو جاتی ہیں۔

علامہ اقبالؒ نے کہا:

قافلے میں غیر فریادِ درا کچھ بھی نہیں

اک متاعِ دیدۂ تر کے سوا کچھ بھی نہیں

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ ان کے درجات بلند کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے